باسمہ سبحانہٗ

زینۃ الجیش

بخلافۃ القریش

یعنی

خلافت مین شرط قرشیت کی نفی مین جو ایک تحریر مولفہٗ مولانا ابو الحسنات چھپی تھی اُسکا جواب

البحث القوی

عن

سیرۃ النبی

یعنے

مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی کی جلد اول کی چند باتون پر بحث

(من مُولفات)

خاکسار محمد علی ابو المکارم۔ از مئو ناتھ بھنجن۔ ضلع اعظم گڈھ

حسب فرمایش مُولف

باہتمام محمد فخر الدین تاجر کتب مالک مطبع فخر المطابع لکھنؤ

در مطبع شمس المطابع واقع لکھنؤ زیور طبع یافت

اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء

"زینۃ الجیش"

"بخلافۃ القریش"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اما بعد واضح ہو کہ مسئلہ خلافت کے متعلق ایک تحریر مؤلفہ مولانا ابوالحسنات صاحب ندوی دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوئی ہی جسکا جواب باصواب حسب ذیل ہے۔

شرائط خلافت کی بابت صاحب تحریر صـ۹ مین لکھتے ہین "حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ مین جو فن اسرار شریعت مین ایک بے نظیر کتاب ہی تحریر فرماتے ہین۔ اعلم انہ یشترط فی الخلیفۃ ان یکون عاقلا بالغا حرا ذکرا شجاعا ذا رای وسمع وبصر ونطق وممن سلم الناس شرفہ وشرف قومہ ولا یستنکفون عن طاعتہ"

لیکن خلافت نبوت مین ان شرائط کے علاوہ دیگر شرائط بھی ہین چنانچہ شاہ صاحب ممدوح اُسی کتاب مذکور مین عبارت منقولہ بالا کے بعد یہ تحریر فرماتے ہین والملۃ المصطفویۃ اعتبرت فی خلافۃ النبوۃ امورا اخری منہا الاسلام والعلم والعدالۃ الی قولہ ومنہا کونہ من قریش قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الائمۃ من قریش اھ چونکہ یہ عبارت صاحب تحریر کے خلاف تھی لہذا اسکو حذف کر دیا اور مثل لا تقربوا الصلوۃ کے معاملہ ہو گیا۔

اسکے بعد صاحب تحریر صـ۱ مین لکھتے ہین "یہ شرائط تو متفق علیہ ہین (الی قولہ) البتہ بعض جماعتون کے نزدیک ایک اور شرط ہے جس کے متعلق بہت کچھ اختلافات ہین ہم چاہتے ہین کہ حتی الامکان اس مسئلہ کو صاف کر دین وہ یہ کہ کیا خلافت کے لئے قرشیت لازم ہے"

اولاً خلافت نبوت مین قرشیت کی شرط اہل سنت کی ہر ایک جماعت کے نزدیک ایک ضروری شرط ہے اہمین کسی کا اختلاف نہین لہذا اسکا انتساب بعض جماعتون کے نزدیک ہرگز صحیح نہین ہے اور جب اہل سنت کے ہر ایک جماعت کے نزدیک قرشیت کی شرط ایک ضروری شرط ہے تو صاحب تحریر کا یہ لکھنا کہ اس کے متعلق بہت کچھ اختلافات ہین کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

ثانیاً صاحب تحریر کے نزدیک اگر قرشیت کی شرط متفق علیہا نہین تو اُن اشخاص کے نام بتائین جنکے نزدیک قرشیت کی شرط ضروری نہین ہے سب بڑی جماعت تو احناف کی ہی اور غالباً صاحب تحریر اسی جماعت کے

آدمی ہین لہذا صاحب تحریر پہلے اپنی جماعت کے آدمیون کا نام بتائین بالخصوص اپنی جماعت کے سردار کا یعنے امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا اور عبارت ذیل ملاحظہ ہو۔ تمہید ابو شکور سالمی مین و اجمعنا علی ان الامام من قریش ولا یجوز من غیرہ قال علیہ السلام الامام من قریش ولا یجوز من غیر قریش اور نیز کتاب مذکور مین ہی وقال ابوحنیفۃ الامام انما یکون باستخلاف الخلیفۃ الذی قبلہ او باجماع الامۃ فانہ یصح امامتہ اذا کان قرشیا برا کان او فاجرا اھ

ثالثاً شاہ صاحب ممدوح کی صرف عبارت اولی سے خلافت نبوت کی تعریف جامع مانع نہین ٹھہری کیونکہ عبارت اولی مین اسلام کی شرط نہونے سے والیان غیر مسلمین بھی خلیفہ کہے جاسکتے ہین اور نیز امیر کابل بھی خلیفہ کہے جاسکتے ہین کیونکہ عبارت اولی مین قرشیت کی شرط مذکور نہین۔

اسکے بعد صاحب تحریر صـ۱ مین لکھتے ہین "بات یہ ہی کہ بعض کتب احادیث مین ایسی حدیثین مروی ہین جنسے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ خلافت کیلئے قریشی ہونا ایک ضروری شرط ہی مثلاً الائمۃ من قریش الملک فی قریش وغیر ذلک لیکن اس بارہ مین تمام احادیث کے جمع و استقصاء سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ایسا نہین ہی صاحب تحریر نے جن روایات کی بنا پر حدیث مذکور کے ظاہر معنے سے اعراض فرمایا ہی وہ روایات حسب ذیل ہین عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الملک فی قریش والقضاء فی الانصار والاذان فی الحبشۃ وعن عتبۃ بن عبدان ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الخلافۃ فی قریش والحکم فی الانصار والدعوۃ فی الحبشۃ ان روایات کے قبل صاحب تحریر لکھتے ہین "اگر خلافت کو قریش کا مخصوص حق قرار دیا جاوے تو کیون قضا انصار کے لئے اور تاذین اہل حبش کے لئے مخصوص نہو"

لیکن یہ روایات قابل استدلال نہین لیکن پہلی روایت سے پس اس لئے کہ وہ روایت موقوف ہے مرفوع نہین جیسا کہ امام ترمذی نے اسکی تصریح کی ہی لیکن دوسری روایت سے پس اسلیے کہ اس روایت کو علامہ سیوطی رح نے تاریخ الخلفاء مین بحوالہ مسند احمد نقل فرمایا ہی لیکن میرے تتبع مین یہ روایت مسند احمد مین نہین ہے اور نہ عتبۃ بن عبدان صحابی معلوم ہوتے ہین استیعاب و اسد الغابہ و اصابہ مین اس نام کا کوئی صحابی نہین ہی۔ اور جب یہ روایات قابل استدلال نہین تو صاحب تحریر کا اعراض حدیث مذکور کے ظاہر معنے سے صحیح نرہا۔

یہ بھی واضح رہے کہ صاحب تحریر نے ان روایات کو بلا حوالہ کتاب نقل فرمایا ہی لہذا صاحب تحریر ان روایات کا پتہ دین صاحب تحریر کے صرف اسقدر لکھ دینے کیا یہ حدیثین الائمۃ من قریش سے کسی طرح بھی کم رتبہ ہین" حجت نہین ہو سکتا ہی۔

اسکے بعد صاحب تحریر فضائل قریش کے لکھنے کے بعد یہ لکھتے ہین "لیکن ان فضائل کا یہ منشاء نہین کہ وہ اسلامی حقوق عامہ مین سے کسی حق کے تنہا مستحق ہین"

اولاً۔ صاحب تحریر کا یہ بیان حضرت ابوبکر رض کے کلام آتی کا ترجمہ اسکے فراحم ہے وجہ مزاحمت یہ ہی کہ صاحب تحریر نے فضائل قریش کو دلیل اختصاص قرار دیا ہی ناظرین صاحب تحریر کے ترجمہ روایت کو غور سے ملاحظہ فرماوین گے۔ ور

خود صاحب تحریر کے ترجمہ آیتہ سے اس نزاع کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور والحق ما شہدت بہ الاعدار کا مضمون صادق آجاتا ہے۔

ثانیاً حدیث الائمۃ من قریش جس کو صاحب تحریر بھی مان چکے ہین اور حدیث لا یزال ہذا الامر فی قریش ما بقی منہم اثنان رواہ البخاری و حدیث عمرو بن العاص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قریش ولاۃ الناس فی الخیر والشر الی یوم القیمۃ رواہ الترمذی اختصاص پر نص صریح ہین اور اسی وادی سے وہ احادیث ہین جن کو صاحب تحریر نے صدا مین بروایت ابوہریرہ و جابر بن عبداللہ نقل فرمایا ہے۔ قریش کے سوا دوسرے لوگ اگر اس منصب کے مستحق ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کے بارے مین اس قسم کے الفاظ جو اختصاص پر دال ہین ہرگز ارشاد نفرماتے جب قیامت تک قریش کی خلافت ٹھہر چکی تو دوسرے لوگون کی خلافت کا وقت کہان باقی ہے۔ ولہذا امام نووی شرح مسلم مین لکھتے ہین ہذہ الاحادیث واشباہہا دلیل ظاہر ان الخلافۃ مختصۃ بقریش لا یجوز عقدہا لاحد من غیرہم وعلی ہذا انعقد الاجماع فی زمن الصحابۃ وکذلک بعدہم

ثالثاً صاحب تحریر نے صد۱۳ مین ایک روایت جابر بن سمرہ رض سے نقل فرمایا ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ ہمارے بعد بارہ۱۲ خلیفہ ہون گے اور سب قریش سے ہون گے اور جب صاحب تحریر کے نزدیک خلفا کی تعیین ہوچکی کہ وہ بارہ۱۲ ہون گے اور وہ سب کے سب قریشی ہون گے تو پھر صاحب تحریر کی یہ تمام کوششین بے سود و بیکار ہین۔

اسکے بعد صاحب تحریر نے صد مین سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ کو نقل فرمایا ہے اور حضرت ابوبکر رض کے کلام ولن یعرف ہذا الامر الا لہذا الحی من قریش ہم اوسط العرب نسباً و داراً کو بھی نقل فرمایا ہے۔

اسکے بعد صاحب تحریر لکھتے ہین "یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ یہان حضرت ابوبکر رض نے الائمۃ من قریش سے استدلال نہین کیا ہے بلکہ قریش کی قدیم شرافت وسطوت و عزت کو پیش کیا ہے"

اولاً حضرت ابوبکر کا کلام مذکور حدیث الائمۃ من قریش کا ہم معنے ہے بلکہ کلام مذکور مین اس بات کی بھی حکایت ہے کہ حکومت قریش ہمیشہ سے چلی آئی ہے یعنے ایام جاہلیت مین بھی یہی قریش اس کے حقدار تھے۔ بہرکیف صاحب تحریر کا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر رض نے حدیث مذکور سے استدلال نہین کیا صحیح نہین۔

ثانیاً صاحب تحریر صد۱ مین لکھتے ہین "مسند احمد کی مرویات ابی بکر صدیق مین ایک روایت آپ کی ہے جس کے الفاظ یہ ہین قریش ولاۃ ہذا الامر فبر الناس تبع لبرہم وفاجرہم تبع لفاجرہم"

لیکن مسند احمد کے دیکھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ حدیث اُسی واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حدیث حدیث الائمۃ من قریش کا ہم معنے ہے حضرت سعد جو خلافت کے مدعی تھے وہ اس حدیث کو سن کر خاموش ہوگئے اور اس حدیث کی تصدیق کی اور فرمایا نحن الوزراء وانتم الامراء جناب شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین مین اس واقعہ کی یون حکایت فرماتے ہین محفوظ ست کہ صدیق بنص الائمۃ من قریش انصار را صرف کرد از خلافت و وجہ تخصیص ایراد این حدیث آنست کہ سعد بن عبادہ نیز این حدیث را از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شنیدہ کا

پس صدیق او را بہمان حدیث بیاد داد تا قمع باشد شبہہ او را و اوقع باشد شغف انصار را این معنے از روایت احمد مفہوم میشود۔

اور جب واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کا استدلال بحدیث منقولہ صاحب تحریر ثابت ہے تو صاحب تحریر کا یہ قول کہ حضرت ابوبکر نے الائمۃ من قریش سے استدلال نہین کیا خود بتصنیع صاحب تحریر غلط ہوگیا۔

ثالثاً صاحب تحریر حضرت ابوبکر کے کلام مذکور کا یون ترجمہ کرتے ہین "امارت صرف اسی قبیلہ (قریش) کا حق سمجھی جاتی ہے کیونکہ وہ تمام عرب مین از روے نسب و خاندان شریف ترین قبیلہ ہے"

اور جب حضرت ابوبکر رض کا کلام مذکور حدیث الائمۃ من قریش کا ہم معنے ہے اور صاحب تحریر نے اُسکا یون ترجمہ کیا ہے تو اس سے صاف واضح ہوگیا کہ صاحب تحریر کے نزدیک بھی حق خلافت خاص قریش ہی کا حق ہے جبکہ کہ لفظ صرف جو انحصار کے لئے آتا ہے اس پر دلالت کرتا ہے۔

اسکے بعد صاحب تحریر صد۱۲ مین امامت قریش کے متعلق تین حدیثون کو نقل فرماکر لکھتے ہین "لیکن ان حدیثون مین اسکا کوئی اشارہ نہین کہ قریش کے سوا کوئی دوسرا خلافت کا مستحق نہین ہوسکتا"

اولاً جب صاحب تحریر کے ترجمہ مذکورہ سے حق خلافت قریش کے لئے ثابت ہوگیا تو صاحب تحریر اپنے اس بیان کو واپس لین۔

ثانیاً اُن حدیثون مین اشارہ کیا معنے یہ صاف ہے کہ قریش کے سوا کوئی دوسرا خلافت کا مستحق نہین۔ اُن حدیثون مین پہلی حدیث تو وہی الائمۃ من قریش ہے جو اختصاص کی بین اور مسلم الثبوت دلیل ہے اور خود صاحب تحریر یہ لکھ چکے ہین کہ بظاہر حدیث مذکور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کے لیے قریشی ہونا ایک ضروری شرط ہے۔

باقی صاحب تحریر نے جو یہ لکھا ہے کہ اُن حدیثون مین قریش کی سطوت وغیرہ کا ذکر ہے تو اس سے صاحب تحریر کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے جبکہ صاحب تحریر اسکو دلیل اختصاص قرار دے چکے ہین صاحب تحریر کا ترجمہ مذکورہ ملاحظہ ہو۔

اسکے بعد صاحب تحریر صد۱۴ مین لکھتے ہین "اگرچہ علماء کی جماعت کثیر کا یہی خیال ہے کہ خلافت صرف قریش کا حق ہے اور اس کو اجماع تک کی حیثیت دیجاتی ہے لیکن ہمین اس واقعہ سے بہت تسکین و تسلی ہوجاتی ہے جب یہ دیکھتے ہین کہ یہ اجماع حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر بن الخطاب رض کے مبارک و مقدس عہد کے بعد کا واقعہ ہے اس وقت تک اس قسم کا کوئی تخیل موجود نہ تھا عہد نبوی سے قریب تر زمانہ کا تخیل و طرز عمل یقیناً اس تخیل و طرز عمل سے زیادہ اقرب الی الصواب ہے جو اس سے بعد کے زمانہ مین پیدا ہوا"

اولاً یہ خیال علماء کی جماعت کثیر کا نہین بلکہ تمام علماء کا خیال ہے ورنہ صاحب تحریر کا یہ قول کہ یہ اجماع حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بن الخطاب رض کے مبارک و مقدس عہد کے بعد کا واقعہ ہے کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔

ثانیاً صاحب تحریر کا یہ تخیل کہ یہ اجماع اُن مبارک عہدون کے بعد کا ہے صحیح نہین سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ صاحب تحریر کے تخیل کے مزاحم ہے وجہ مزاحمت یہ ہے کہ خود صاحب تحریر اس واقعہ کو نقل فرماچکے ہین۔

اورحضرت ابوبکر کے کلام ولن یعرف ہذا الامر الالہذا الحی من قریش کا یہ ترجمہ کرچکے ہین" امارت صرف اسی قبیلہ قریش کا حق سمجھی جاتی ہے" افسوس صاحب تحریر تھوڑی دیر مین اسکو بھول گئے۔

ہان عہد ابوبکر مین انصار نے منا امیر ومنکم امیر ضرور کہا تھا لیکن حضرت ابوبکر نے اپنے قول [illegible] ولکنا الامراء وانتم الوزراء سے انصار کو ساکت فرمادیا تھا اس کے بعد سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے بیعت کی۔

رہا عہد عمرؓ سو اُسکی بھی یہی حالت رہی اور جن وجوہ سے صاحب تحریر نے اس عہد کی دوسری حالت دکھائی ہے وہ صحیح نہین کما ستقف علیہ عن قریب انشاء اللہ۔

اس کے بعد صاحب تحریر نے صفحہ محولہ بالا مین فتح الباری سے قاضی عیاض کا یہ قول نقل فرمایا ہے اشتراط کون الامام قرشیا مذہب العلماء کافۃ وقد عدوہا فی مسائل الاجماع اسکے بعد صاحب فتح الباری کا یہ قول نقل فرمایا ہے ویحتاج من نقل الاجماع الی تاویل ماجاء من عمر فقد اخرج احمد بسند رجالہ ثقات وقال ان ادرکنی اجلی وابوعبیدۃ حی استخلفتہ فذکر الحدیث وفیہ ان ادرکنی اجلی وقد مات ابوعبیدۃ استخلفت معاذ بن جبل الخ ومعاذ بن جبل انصاری لانسب لہ فی قریش اھ

اولاً گو اس روایت کے رجال سب ثقہ ہین لیکن شریح بن عبیدہ وراشد بن سعد جو اس واقعہ کو حضرت عمرؓ سے نقل فرماتے ہین وہ دونون کثیر الارسال ہین جیسا کہ خود حافظ ابن حجر نے تقریب مین اسکی تصریح کی ہے اور تہذیب التہذیب کے دیکھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان لوگون نے زمانہ حضرت عمرؓ کا نہین پایا ہے۔ بہرکیف تاوقتیکہ یہ ثابت نہ کرلیا جاوے کہ ان لوگون نے زمانہ حضرت عمرؓ کا پایا ہی اس روایت سے استدلال صحیح نہین ہوسکتا ہے اور حافظ ابن حجر نے لکھنے کو تو یہ بات لکھدی لیکن وہ خود اس کے قائل نہین۔ چنانچہ فتح الباری مین وہ یہ لکھتے ہین واما الامامۃ العظمی فمن شرط صحتہا ان یکون الامام قرشیا وقد مضے البحث فی ذلک فی اول کتاب الاحکام اھ۔

ثانیاً سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ مین جسوقت حضرت ابوبکر نے بحدیث الائمۃ من قریش انصار کو بالخصوص سعد بن عبادہ کو ساکت فرمایا تو حضرت عمرؓ بھی ساکت رہے بلکہ اس خصوص مین حضرت عمرؓ آپ کے ہم خیال تھے[1] جس سے یہ صاف واضح ہوتا ہی کہ خلافت مین قرشیت کی شرط حضرت عمرؓ کے نزدیک بھی ایک ضروری شرط ہی۔ لہذا یہ کیونکر گمان کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے معاذ بن جبل کے استخلاف کا ارادہ کیا تھا۔

ثالثاً برتقدیر صحت روایت اگر حضرت عمرؓ کے اس صنیع سے خلافت مین قرشیت کی شرط صاحب تحریر کے نزدیک کوئی ضروری شرط نہین تو حضرت عمر کے آیندہ قول سے خلافت مین حُر کی شرط کوئی ضروری شرط نہ ٹھہرے گی حالانکہ صاحب تحریر کے نزدیک حُر کی شرط ایک ضروری شرط ہے جیسا کہ وہ اس کے قبل اسکا اقرار کرچکے ہین بلکہ اُسکو متفق علیہ قرار دے چکے ہین پس جو صورت تفصی کی صاحب تحریر اپنے لئے تجویز فرمادین گے وہی صورت

[1] وہذا امام نووی شرح مسلم مین لکھتے ہین وقد احتج بہ ابوبکر وعمر علی الانصار یوم السقیفۃ فلم ینکرہ احد اھ منہ سلمہ اللہ تعالی

تفصی کی ہمارے لئے بھی سمجھ لین گے۔

اس کے بعد صاحب تحریر صفحہ محولہ بالا مین لکھتے ہین "اس سے بڑھکر ایک اور روایت ہی جسمین بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ سے اُن کی وفات کے وقت آیندہ خلافت کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا مین اپنے زمانہ کے لوگون مین بڑی حرص پاتا ہون اگر مین اسوقت سالم موے (غلام) ابی حذیفہؓ یا ابوعبیدہؓ بن الجراح کو پاتا تو یہ خلافت ان دونون مین سے کسی ایک کے سپرد کردیتا"

اولاً یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے لیکن کوئی طریقہ صحیح نہین ہے ایک طریقہ تو مسند احمد مین ہے جسمین علی بن زید بن جدعان واقع ہین اور یہ ضعیف ہین جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تقریب مین تحریر فرمایا ہے اور نیز فتح الباری مین کئی جگہ ان کی تضعیف مذکور ہے۔ دوسرا طریقہ شہر بن حوشب کا ہے جو منتخب کنز العمال مین منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہین لو استخلفت سالما مولی ابی حذیفۃ فسالنی ربی ماحملک علی ذلک الخ ولو استخلفت معاذ بن جبل فسالنی ربی ماحملک علی ذلک لقلت الخ لیکن اس روایت کے رجال مذکور نہین معلوم نہین اس کے رجال کیسے ہین اس کے علاوہ اس روایت کا متن صحیح نہین اسواسطے کہ سالم زمانہ خلافت ابوبکرؓ مین شہید ہوچکے ہین فتح الباری ملاحظہ ہو لہذا حضرت عمرؓ کا یہ ارادہ استخلاف کیونکر راست آسکتا ہے۔

ثانیاً صحیح مسلم مین عامر بن واثلہ سے مروی ہی وہ فرماتے ہین کہ نافع بن عبد الحارث عسفان مین حضرت عمرؓ سے ملے اور حضرت عمر نے اُنکو مکہ پر عامل مقرر فرمایا تھا آپ نے پوچھا تم نے اہل وادی پر کس کو عامل مقرر کیا ہی نافع عبد الحارث نے کہا ابن ابزی کو آپ نے فرمایا ابن ابزی کون ہے نافع عبد الحارث نے کہا وہ ایک غلام ہے ہمارے غلامون سے حضرت عمرؓ نے متعجباً یہ فرمایا استخلفت علیہم موے یعنے تم نے اہل وادی پر ایک غلام کو مقرر کردیا ہے نافع بن عبد الحارث نے کہا کہ وہ غلام قاری لکتاب اللہ وعالم بالفرائض ہی اس کے بعد حضرت عمرؓ چپ ہوگئے اور فرمایا ان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم قد قال ان اللہ یرفع بہذا الکتاب اقواما ویضع بہ آخرین جب حضرت عمرؓ کو غلام کے عامل ہونے مین تامل ہوا تو حضرت عمرؓ غلام کو امیر المومنین بنانے کو کیونکر تجویز فرماسکتے ہین۔

ثالثاً صحیح بات استخلاف کے بارے مین جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے وہ یہ ہی کہ حضرت عمرؓ نے لوگون کے سوال کے جواب مین یہ فرمایا ما اجد احق بہذا الامر من ہولاء الذین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو عنہم راض فسمی علیاً وعثمان والزبیر وطلحۃ وسعداً وعبد الرحمن صحیح بخاری ملاحظہ ہو۔

اسکے بعد صاحب تحریر نے حدیث مولی القوم منہم کو لکھکر ایک عبارت علامہ ابن حزم کی نقل فرمائی ہے۔ لیکن پہلے صاحب تحریر اس حدیث کا مطلب متعین کرین بدون انکشاف مطلب کچھ لکھا نہین جاسکتا۔

اسکے بعد صاحب تحریر نے شرط قرشیت کی نفی مین ایک دوسرا پہلو اختیار فرمایا ہے جسکا خلاصہ یہ ہی کہ چونکہ امامت وقرشیت کی احادیث کے راوی بکثرت قریشی ہین لہذا احتمال ہے کہ اُنھون نے تعصب کو راہ دیا ہو اور خود اپنے خیال کے مطابق ایسی حدیثین گڑھ لی ہون جیسا کہ ابتدا ئ مین ایسا واقعہ ہوچکا ہی۔

اولاً صاحب تحریر کا یہ ادعا صحیح نہین۔

ثانیاً برتقدیر تسلیم صاحب تحریر کے بیان سے یہ تو ضرور ثابت ہوگیا کہ وہ احادیث متعلقہ امامت قرشیت جن کو مین نے اور صاحب تحریر نے نقل کیا ہے وہ دلیل اختصاص ضرور ہین کیونکہ اگر وہ احادیث [illegible] اختصاص کی دلیل نہوتین تو صاحب تحریر کو اس پہلو کو اختیار کرنے کی ضرورت کیا تھی اور نیز صاحب تحریر کی بدگمانی کا موقع بھی اسی اختصاص ہی کی صورت مین درست آسکتا ہو رہا صاحب تحریر کا احتمال مذکور سو یہان اُسکی گنجائیش نہین اسواسطے کہ احادیث مشار الیہا صحاح کی ہین اور صحاح کی روایتین روایات موضوعہ سے پاک وصاف ہین بالخصوص روایات صحیحین کی۔

اسکے بعد صاحب تحریر نے صحیح مسلم کے چند رواۃ کو ذکر کر کے اُن پر جرح کی ہی لیکن یہ تمام جرحین بقواعد اصول حدیث سب مندفع ہین تفصیل کی ضرورت نہین۔

اس کے بعد صاحب تحریر لکھتے ہین "صحاح کی صحیح اور محفوظ روایتین ما اقاموا الدین یا ما حکموا فعدلوا وغیرہ الفاظ کے ساتھ مشروط ہین جسکے معنے یہ ہین کہ جبتک قریش مین خلافت کی اہلیت وصلاحیت باقی رہیگی وہ اس پر قابض رہین گے"

لیکن ان الفاظ کو شرط قرشیت کی نفی مین کچھ دخل نہین ہے اور کسی وقت مین قریش سے خلافت نکلجانے سے اُنکا حق نہین نکل جاتا۔

اسکے بعد صاحب تحریر لکھتے ہین "الائمۃ من قریش کے لفظ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق کی جو روایت بیان کی جاتی ہے وہ روایت منقطع ہے چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہین ومن حدیث ابی بکر الصدیق بلفظ الائمۃ من قریش رجالہ رجال الصحیح ولکن فی سندہ انقطاع"

لیکن وہی حافظ ابن حجر فتح الباری مین لکھتے ہین وقد جمعت طرقہ نحو العین صحابیا لما بلغنی ان بعض فضلاء العصر ذکر انہ لم یروا الا عن ابی بکر الصدیق اھ اور اسی کثرت طرق کیوجہ سے انہی حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو احادیث متواترہ سے شمار کیا ہے۔ فتح الباری ملاحظہ ہو۔ اور نیز علامہ عینی نے عمدۃ القاری مین اور علامہ سیوطی رح نے اپنے رسالہ الازہار المتکاثرہ فی الاخبار المتواترہ مین اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔

اُس کے بعد صاحب تحریر نے جو کچھ مضمون اور لکھا ہے وہ سب من قبیل بناء فاسد علی الفاسد ہے ناظرین خود غور فرمالین گے رسالہ کے حجم بڑھانے سے کچھ فائدہ نہین ہے والسلام

الراقم

محمد علی ابو المکارم

از مئوناتھ بھنجن۔ اعظم گڈھ

البحث القوی

عن

سیرۃ النبی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحمدُ للہِ وَسَلامٌ علیٰ عبادِہِ الَّذِینَ اصطفٰی

اما بعد واضح ہو کہ مجکو سیرۃ النبی کی جلد اول ایک دوست کے ذریعہ سے دیکھنے مین آئی چونکہ میرے نزدیک بعض مقامات قابل بحث ہین لہذا وہ بحث حسب ذیل ہے۔

مؤلف مرحوم سیرۃ النبی صفحہ ۱۳۰ مین بعد نقل روایت بحیرا حسب ذیل تحریر فرماتے ہین "لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت ناقابل اعتبار ہی اس روایت کے جسقدر طریقے ہین سب مرسل ہین یعنے راوی اول واقعہ کے وقت خود موجود نہ تھا (اور اُس راوی کا نام نہین بیان کرتا جو شریک واقعہ تھا"

اولاً۔ یہ وجہ اس روایت کے ناقابل اعتبار ہونے کی صحیح نہین اسواسطے کہ ترمذی کی روایت مین اول راوی ابوموسیٰ الاشعری ہین جیسا کہ مؤلف نے آگے چلکر تحریر فرمایا ہی اور جب اس واقعہ کے اول راوی صحابی ہین تو صحابی کا ارسال عند المحدثین حجت ہی بلکہ خود مؤلف کے نزدیک بھی مؤلف صفحہ ۱۴۸ کے منہیہ مین بعد نقل روایت عائشہ رض بابت بدء الوحی تحریر فرماتے ہین "صحیح بخاری باب بدء الوحی وکتاب التعبیر مین یہ روایت حضرت عائشہ رض سے مروی ہے لیکن حضرت عائشہ رض اسوقت تک پیدا نہین ہوئی تھین محدثین کی اصطلاح مین ایسی روایت کو مرسل کہتے ہین لیکن صحابہ رض کا مرسل محدثین کے نزدیک قابل حجت ہی کیونکہ متروک راوی بھی صحابہ رض ہی ہون گے"

ثانیاً جب مؤلف کے نزدیک یہ روایت ناقابل اعتبار ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر شام کا بھی ناقابل اعتبار ہوگا کیونکہ شام کا سفر اُسی روایت مین مذکور ہے اور مؤلف شام کے سفر کا اقرار کر چکے ہین اور جب مؤلف شام کے سفر کا اقرار کر چکے ہین تو اس واقعہ بحیرا سے کیون انکار ہے۔

ثالثاً مؤلف کا یہ قول کہ اس روایت کے جتنے طریقے ہین سب مرسل ہین صحیح نہین اسواسطے کہ محدث رزین نے اس روایت کو بطریق علی بن ابی طالب عن ابیہ نقل فرمایا ہے الرحمۃ المہداۃ صفحہ ۲۹۶ و مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۲۴۲ ملاحظہ ہون۔ اسکے بعد مؤلف لکھتے ہین "اس روایت کا سب سے زیادہ مستند طریقہ یہ ہی جو ترمذی مین منقول ہے اس کے

متعلق تین۳ باتین قابل لحاظ ہین۔

(۱) ترمذی نے اس روایت کے متعلق لکھا ہی کہ حسن اور غریب ہی اور ہم اس حدیث کو اس طریقہ کے سوا کسی اور طریقہ سے نہین جانتے حسن کا مرتبہ صحیح حدیث سے کم ہوتا ہی اور [illegible] غریب ہو تو اسکا رتبہ اور بھی گھٹ جاتا ہی"

اولاً حسن کا مرتبہ گو حدیث صحیح سے کم ہوتا ہی لیکن احتجاج مین وہ حدیث صحیح کے مشابہ ہی اور اس روایت کے غریب ہونے سے اگر مؤلف کے نزدیک حسن کا رُتبہ گھٹ جاتا ہی تو حسن اور غریب کا اجتماع کیسا اچھا اگر مؤلف کے نزدیک حسن غریب کی صورت مین حسن کا مرتبہ گھٹ جاتا ہے تو ترمذی نے جس روایت کی نسبت صحیح غریب لکھا ہی وہان صحیح کا رتبہ بھی گھٹ جائیگا پس جو تاویل صحیح غریب کی ہوگی وہی تاویل حسن غریب کی ہوگی۔

ثانیاً گو ترمذی کو اس طریقہ کے سوا کوئی دوسرا طریقہ نہین معلوم ہوا لیکن حق یہ ہی کہ اس طریقہ کے علاوہ اور بھی طریقے اس روایت کے ہین ایک طریقہ تو وہی حضرت علی عن ابیہ کا ہے جسکا حوالہ اوپر گذر چکا ہے اور خود مولف کو اسکا اقرار ہے کہ اس روایت کے بہتیرے طریقے ہین۔

ثالثاً ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے لیکن دوسرے لوگون نے اسکو صحیح کہا ہی مرقاۃ صـ۴۷۲ جـ۵ مین ہے وقال الجزری اسنادہ صحیح ورجالہ رجال الصحیح او احدہما اھ

اسکے بعد مولف لکھتے ہین۔

"(۲) اس حدیث کا ایک راوی عبدالرحمن بن غزوان ہے اسکو بہت سے لوگون نے اگرچہ ثقہ بھی لکھا ہے لیکن اکثر اہل فن نے اسکی نسبت بے اعتباری ظاہر کی ہی۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال مین لکھتے ہین کہ عبدالرحمن منکر حدیثین بیان کرتا ہے جن مین سب سے بڑھکر منکر وہ روایت ہی جس مین بحیرا کا واقعہ مذکور ہی"

عبدالرحمن بن غزوان رجال بخاری سے ہین اور بڑے پایہ کے شخص ہین علامہ عینی عمدۃ القاری صـ۵۷۲ جـ۹ مین لکھتے ہین وہو من کبار الحفاظ وثقوہ ولکن خطاؤہ فی حدیث واحد حدث بہ عن اللیث خولف فیہ اھ اور حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری صـ۴۱۶ مین لکھتے ہین وثقہ ابن المدینی وابن نمیر ویعقوب بن شیبۃ وابن سعد وقال ابن معین صالح لیس بہ باس وقال ابوحاتم صدوق وقال الدارقطنی ثقۃ ولہ افراد وقال ابن حبان فی الثقات کان یخطی ویتخالج فی القلب منہ لروایتہ عن اللیث عن مالک عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ قصۃ الممالیک اھ

مؤلف کا یہ قول کہ اکثر اہل فن نے اسکی نسبت بے اعتباری ظاہر کی ہی ہرگز صحیح نہین ایک شخص سے بھی ان کی تضعیف منقول نہین ہی جہ جائے کہ اکثر ہان انکی خطا صرف ایک روایت مین ہی یعنے ممالیک کی روایت مین جیساکہ علامہ عینی کی عبارت منقولہ بالا سے واضح ہے لیکن کسی ثقہ سے احیاناً خطا ہو جانے سے اسکی ثقاہت پر دھبہ نہین آتا ہی اور نہ اس سے اُسکی روایتین ساقط الاحتجاج ہو جاتی ہین کتب اصول حدیث ملاحظہ ہون۔

ترمذی کی روایت بحیرا مین حضرت ابوبکر اور بلال کا نام آگیا ہے وہ معلوم نہین کہ یہ وہم عبدالرحمن کا ہی یا کسی دوسرے راوی کا چونکہ عبدالرحمن ممالیک کی روایت کر چکے ہین لہذا بعض لوگون نے اس وہم کا انتساب انھین کی

جانب کیا ہی بہرکیف یہ وہم عبدالرحمن کا ہو یا کسی دوسرے راوی کا اس سے اصل قصہ کی تغلیط نہین ہو سکتی ہے اس کے علاوہ مسند بزار کی روایت مین حضرت ابوبکرؓ اور بلالؓ کا نام مذکور نہین ہی حافظ ابن القیم زاد المعاد صـ۱۷ جـ۱ مین [illegible] ثم کفلہ عمہ ابوطالب واستمرت کفالتہ لہ فلما بلغ ثنتی عشر سنۃ خرج بہ عمہ الی الشام وقیل کانت سنۃ تسع وفی ہذہ الخرجۃ رآہ بحیرا الراہب وامر عمہ ان لا یقدم بہ الی الشام خوفا علیہ من الیہود فبعثہ عمہ مع بعض غلمانہ الی المدینۃ ووقع فی کتاب الترمذی وغیرہ انہ بعث معہ بلالا وہو من الغلط الواضح فان بلالا اذ ذاک لعلہ لم یکن موجودا وان کان فلم یکن مع عمہ ولا مع ابی بکر وذکر البزار فی مسندہ ہذا الحدیث ولم یقل وارسل معہ عمہ بلالا ولکن قال رجلا اھ حافظ ابن عبدالبر نے بھی استیعاب مین واقعہ بحیرا کو تسلیم فرمالیا ہے اور بڑے بڑے محدثین قدیماً وحدیثاً تسلیم کرتے آئے ہین لہذا اس واقعہ سے انکار کرنا ہرگز درست نہین ہی۔

اسکے بعد مؤلف لکھتے ہین۔

"(۳) حاکم نے مستدرک مین اس روایت کی نسبت لکھا ہی کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرائط کے مطابق ہی علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک مین حاکم کا یہ قول نقل کرکے لکھا ہی کہ مین اس حدیث کے بعض واقعات کو موضوع جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہون"

بعض واقعات سے مراد غالباً وہی ذکر ابوبکر وبلال ہوگا اور اس مین شک نہین کہ انکا ذکر واقعہ بحیرا مین غلط ضرور ہے بہرکیف علامہ ذہبی کے اس کلام سے اصل واقعہ کی تغلیط ثابت نہین ہوتی ہے۔

اسکے بعد مولف لکھتے ہین۔

"(۴) اس روایت مین مذکور ہی کہ حضرت بلالؓ اور ابوبکرؓ بھی اس سفر مین شریک تھے حالانکہ اُسوقت بلالؓ کا وجود بھی نہ تھا اور حضرت ابوبکرؓ بچے تھے"

اس مین تو کلام نہین کہ اس روایت مین حضرت ابوبکرؓ اور بلالؓ کا تذکرہ غلط ہی کسی راوی کا وہم ہی مرقاۃ صـ۴۷۲ جـ۵ مین ہی وذکر ابی بکر وبلال فیہ غیر محفوظ وعدہ ائمتنا وہما اھ بہرکیف اس وہم سے اصل واقعہ مین کچھ فرق نہین آسکتا ہی۔

اسکے بعد مؤلف لکھتے ہین۔

"(۵) اخیر راوی حدیث کے ابوموسیٰ اشعری ہین وہ شریک واقعہ نہ تھے اور راوی کے راوی کا نام نہین بتاتے۔ ترمذی کے علاوہ طبقات ابن سعد اور مستدرک وغیرہ مین جو سلسلہ سند مذکور ہی سب مرسل ہین یعنے بیچ مین ایک راوی چھوٹ گیا ہی"

اگر آخیر راوی اوپر کے راوی کا نام نہین بتاتا تو اسمین مؤلف کا کیا حرج ہے سو اسلئے کہ مؤلف خود یہ لکھ چکے ہین کہ وہ متروک راوی اوپر کا سوائے صحابیؓ کے اور کون ہو سکتا ہی آغاز بحث ملاحظہ ہو۔

اس کے بعد مؤلف لکھتے ہین۔

"(۶) حافظ ابن حجر رواۃ پرستی کی بنا پر اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہین لیکن چونکہ حضرت ابوبکرؓ اور بلالؓ کی شرکت بداہۃً غلط ہی اسلئے مجبوراً اقرار کرتے ہین کہ اسقدر حصہ غلطی سے روایت مین شامل ہو گیا ہی"

اولاً اسکا نام رواۃ پرستی نہین اگر اسکا نام رواۃ پرستی ہو تو بڑے بڑے محدثین اس الزام سے بچ نہین سکتے ہین۔

ثانیاً اس قسم کے وہم کا اقرار کرنا مجبوراً نہین ہوتا ہی بلکہ حقیقت حال کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہی - آخر حافظ ابن حجر کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی تو اس وہم کا اقرار کیا ہے تو کیا وے لوگ بھی اس الزام کے مستحق ہین - اور اس قسم کا وہم بعض دفعہ ثقات سے ہوجاتا ہی جسکی بے شمار نظیرین ہین -

اسکے بعد مؤلف لکھتے ہین "لیکن حافظ ابن حجر کا یہ ادعا بھی صحیح نہین کہ اس روایت کے تمام رواۃ قابل سند ہین عبدالرحمن بن غزوان کی نسبت خود انھین حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین لکھا ہے کہ وہ خطاء کرتا تھا اُسکی طرف سے اسوجہ سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس نے ممالیک کی روایت نقل کیا ہے جو ناپیک کی ایک روایت ہی جسکو محدثین جھوٹ اور موضوع خیال کرتے ہین"

اولاً یہ قول حافظ ابن حجر کا نہین ہی بلکہ یہ قول ابن حبان کا ہی عبارت مقدمہ فتح الباری مذکورہ بالا ملاحظہ ہو -

ثانیاً - ابن حبان کے اس قول سے عبدالرحمن بن غزوان کا غیر ثقہ ہونا ثابت نہین ہوتا کیونکہ ثقات سے بھی خطاء اور وہم احیاناً ہوجاتا ہی جسکی سیکڑون مثالین کتب حدیث مین موجود ہین -

ثالثاً مولف صہ ۳۷ مین لکھتے ہین "جو روایتین سیرت اور فضائل وغیرہ سے متعلق ہین اُن مین تشدد اور احتیاط کی چندان حاجت نہین"

تو پھر کیا وجہ ہی کہ مؤلف نے یہان تشدد سے کام لیا ہی حالانکہ یہان مؤلف کا یہ حق تھا کہ اس واقعہ کی قدر کرتے کیونکہ اس واقعہ سے آپکی نبوت قبل البعثت ثابت ہوتی ہی اور نیز یہ واقعہ والحق ما شہدت بہ الاعداء کا مصداق ہی -

اب اخیر مین ہم فیصلہ اس واقعہ کا خود مؤلف کی تحریر سے کرتے ہین مؤلف سیرۃ النبی کے صہ ۱۴۹ مین لکھتے ہین -

"ترمذی مین یہ حدیث موجود ہی کہ نبوت سے پہلے سفر شام مین (بمقام بصری) جس درخت کے نیچے آپ بیٹھے تھے اسکی تمام شاخین آپ پر جُھک آئین جس سے بحیرا نے آپکے نبی ہونیکا یقین کیا"

جب خود مؤلف **اَیَّدَہُ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ** ترمذی کی اس روایت کو تسلیم کرچکے ہین اور اس سے استدلال فرما چکے ہین تو خود مؤلف کی اس صنیع سے یہ تمام اعتراضات دفع ہوگئے - والحمد للہ علی ذلک ثم الحمد علی ذلک -

اس کے بعد مؤلف سیرۃ النبی کے صہ ۱۲۶ مین لکھتے ہین "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مین ایک دفعہ نماز ادا کی کفار بھی موجود تھے جب آپنے یہ آیت پڑھی ومناۃ الثالثۃ الاخری تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دئے تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی اس کے بعد آنحضرت صلعم نے سجدہ کیا اور تمام کفار نے آپکی متابعت کی یہ قصہ اگرچہ سرتاپا بیہودہ اور ناقابل ذکر ہے اور اکثر کبار محدثین مثلاً بیہقی قاضی عیاض علامہ عینی حافظ منذری علامہ نو دی نے اسکو باطل اور موضوع لکھا ہی لیکن افسوس یہ ہی کہ بہت سے محدثین نے اس روایت کو بہ سند نقل کیا ہی انمین طبری ابن ابی حاتم ابن المنذر ابن مردویہ ابن اسحاق موسیٰ بن عقبہ ابومعشر شہرت عام رکھتے ہین"

اولاً مشرکین کا سجدہ کرنا بخاری کی روایت سے بھی ثابت ہی لہذا مشرکین کے سجدہ سے اس قصہ کی تائید ہوتی ہی ورنہ ان مشرکین کو سجدہ کرنے کی کیا وجہ تھی - رہا یہ کہ وہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے تھے

یا نہین سو اسکی تحقیق آیت ذیل کے مطلب پر موقوف ہی کیونکہ مفسرین نے اس قصہ کو آیت ذیل کا شان نزول قرار دیا ہے وہ آیت یہ ہی وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیتہ واللہ علیم حکیم - اس آیت سے تو یہ ضرور ثابت ہی کہ شیطان کی یہ عادت تھی کہ رسولون اور نبیون کی قرائت مین احیاناً اپنی جانب سے کچھ ملا دیا کرتا تھا اب اس ملا دینے کی کیا صورت ہوتی تھی اگر یہ صورت ہوتی تھی کہ شیطان اپنے بڑھائے ہوے مضمون کو رسولین اور نبیون کی زبان سے جاری کرا دیتا تھا تو قصہ مذکورہ کے الفاظ پر کوئی جرح نہین اور اگر یہ صورت ہوتی تھی کہ خود شیطان اپنی زبان سے رسولون اور نبیون کی قرائت مین ملا کر پڑھ دیتا تھا تو البتہ قصہ مذکورہ مین یہ بیان کہ شیطان نے آپکی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیے غالباً غلط ہوگا لیکن مجرد عنوان بیان کی غلطی سے اصل واقعہ کی تغلیط نہین ہوسکتی ہے اسواسطے کہ آیت مذکورہ قصہ طلب ضرور ہے اور سوائے اس قصہ کے کوئی دوسرا قصہ نہین ہے اور اگر کوئی دوسرا قصہ ہے تو وہ کیا قصہ ہے اگر وہی قصہ ہے جسکو مولف صہ ۱۲۷ مین لکھتے ہین کہ "حقیقت یہ ہے کہ کفار کی عادت تھی کہ جب آنحضرت صلعم قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو شور مچاتے اور اپنی طرف سے فقرے ملا دیتے قرآن مجید کی آیت ذیل مین اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے لاتسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون الی قولہ یہ صرف قیاس نہین بلکہ اگلے محققین نے بھی تصریح کی ہے - مواہب لدنیہ مین ہی قیل انہ لما وصل الی قولہ ومناۃ الثالثۃ الاخری خشی المشرکون ان یاتی بعدہا بشئ یذم آلھتھم فبادروا الی ذالک الکلام فخلطوہ فی تلاوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی عادتھم فی قولھم لاتسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ والمراد بالشیطان شیطان الانس"

تو یہ قصہ صحیح نہین ہوسکتا اسواسطے کہ آیت مذکورہ کے بعد یہ آیت ہے لیجعل ما یلقی الشیطان فتنۃ للذین فی قلوبھم مرض والقاسیۃ قلوبھم اور ظاہر ہے کہ کوئی مشرک اپنے ہم جنسون کو فتنہ مین نہین ڈال سکتا ہی لہذا یہان شیطان سے شیطان الانس ہرگز مراد نہین ہوسکتا ہی چاہے اسکو مؤلف محقق کہین یا کوئی دوسرا محقق فافہم

ثانیاً جب حسب اقرار مؤلف بہت سے محدثین نے اس قصہ کو بہ سند نقل کیا ہی تو مولف کو اُن پر افسوس کیون ہی آخر واقعات کی صحت اور غیر صحت کا دارمدار سند ہی پر تو ہی مولف کو لازم تھا کہ اس قصہ کی سندون پر بحث کرتے -

اسکے بعد مؤلف لکھتے ہین "اس سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کو جن کے کمال فن حدیث پر زمانہ کا اتفاق ہی اس روایت کی صحت پر اصرار ہی چنانچہ لکھتے ہین وقد ذکرنا ان ثلثۃ اسانید منہا علی شرط الصحیح وہی مراسیل یحتج بمثلہا من یحتج بالمراسیل"

اولاً معلوم نہین کہ مؤلف کے نزدیک اصرار کی کیا تعریف ہی -

ثانیاً جن لوگون نے اس روایت کو باطل اور موضوع قرار دیا ہی انکی نسبت اگر کوئی یہ کہے کہ اُن لوگون کو اس روایت کی موضوعیت پر اصرار ہے تو مؤلف کے نزدیک اسکا کیا جواب ہی -

ثالثاً - حافظ ابن حجر نے اگر باعتبار ثقاہت رجال اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے تو کیا مؤلف کے صرف اس کہہ دینے سے کہ حافظ ابن حجر کو اس روایت کی صحت پر اصرار ہے حافظ ابن حجر کے کلام مذکور کا جواب ہو گیا۔

رابعاً یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضؓ سے بھی مروی ہے تفسیر درمنثور صـ۳۶۶ جـ۴ مین ہے اخرج البز[ار و] الطبرانی و ابن مردویہ والضیاد فی المختارۃ لبسند رجالہ ثقات من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ افرأیتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخری تلک الغرانیق العلی وان شفاعتہن [لتر]تجی ففرح المشرکون بذلک قالوا قد ذکر آلهتنا فجاءہ جبرئیل فقال اقرأ علی ماجئتک بہ فقرأ افرأیتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخری تلک الغرانیق العلی وان شفاعتہن لترتجی فقال ما اتیتک بہذا ہذا من الشیطان فانزل اللہ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی الی آخر الآیۃ - محدث بزار نے اگرچہ اس روایت کے مرفوع ہونے مین کلام کیا ہے مگر ابن عباس رضؓ سے عوفی وغیرہ نے بھی روایت کی ہے اور عوفی کی روایت اگرچہ درجہ احتجاج سے نازل ہے لیکن کل طرق کے ملانے سے اس روایت کے مرفوع ہونے میں [ش]ک نہین رہتا ہے اور تابعین سے اس قصہ کے متعلق کثرت سے روایتین تفسیر درمنثور مین منقول ہین لہذا اس قصہ سے انکار کی ذرا گنجائش نہین ہے۔ اور جن لوگون نے اس قصہ سے انکار کیا ہے انکا مفصل جواب مولانا عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی نے ظفر الامانی مین دیا ہے۔ مَنْ شَاءَ الاِطِّلَاعَ فَلْیَرْجِعْ اِلَیْہِ

اس کے بعد سیرۃ النبی کے صـ۱۸۱ مین وفات ابوطالب کے متعلق مؤلف نے دو روایتین نقل کی ہین ایک تو صحیحین کی جس سے ابوطالب کا کفر پر مرنا ثابت ہوتا ہے - دوسری روایت ابن اسحاق کی جس سے ابوطالب کا اسلام پر مرنا ثابت ہوتا ہے اس کے بعد مولف تحریر فرماتے ہین "اسی بنا پر ابوطالب کے اسلام کے متعلق اختلاف ہے لیکن چونکہ بخاری کی روایت عموماً صحیح تر مانی جاتی ہے اس لیے محدثین زیادہ تر اُن کے کفر ہی کے قائل ہین لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت چندان قابل حجت نہین کہ اخیر راوی مسیب ہین جو فتح مکہ مین اسلام لائے اور ابوطالب کے وفات کے وقت موجود نہ تھے اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے"۔

اولاً - محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت ضرور قابل حجت ہے بلکہ خود مولف کے نزدیک بھی آئندہ کی تقریرین ملاحظہ ہون۔

ثانیاً مسیب کا فتح مکہ مین اسلام لانا یہ اُن کے غیر حاضر القصہ ہونے کو مستلزم نہین کیونکہ کفر اسکا مانع نہین - لہذا اُن کے غیر حاضر القصہ ہونے پر کوئی دوسری دلیل بیان کرنا چاہیئے ورنہ یہ روایت مرسل نہین ٹھہر سکتی ہے۔

ثالثاً بر تقدیر تسلیم یہ روایت مرسل صحابی ہوگی اور ظاہر ہے کہ مراسیل صحابہ عند المحدثین حجت ہین لہذا علامہ عینی نے اگر اسکو مراسیل صحابہ سے شمار کیا تو اس سے مولف کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے۔

رابعاً خود مولف مراسیل صحابہ کو تسلیم کر چکے ہین جیسا کہ تحریر آلی آغاز بحث مین ہم اسکو ثابت کر چکے ہین اور جب خود مولف مراسیل صحابہ کو تسلیم کر چکے ہین تو یہان یہ روایت مؤلف کے نزدیک کیون حجت نہو گی -

اسلام ابوطالب

خامساً روایت مبحوثہ عنہا کے علاوہ وفات ابوطالب کے متعلق اور بھی روایتین ہین جنسے بھی ابوطالب کا مرنا کفر پر ثابت ہوتا ہے۔ صحیح بخاری مین عباس بن عبدالمطلب کا یہ قول ہے ما اغنیت عن عمک فواللہ کان یحوطک ولیغضب لک قال ہو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار اھ اور صحیح مسلم مین ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمہ عند الموت قل لا الٰہ الا اللہ اشہد لک بہا یوم القیمۃ فابیٰ فانزل اللہ انک لا تہدی من احببت الآیۃ اور ابوداؤد مین حضرت علی رضؓ سے مروی ہے قلت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان عمک الشیخ الضال قد مات قال اذہب فوار اباک ثم لا تحدثن شیئا حتی تاتینی فذہبت فواریتہ وجئتہ فامرنی فاغتسلت اھ علامہ عینی عمدۃ القاری صـ؟ جـ؟ مین بخاری کی روایت مذکورہ بالا کے تحت بعد نقل روایت ابن اسحاق لکھتے ہین قلت فی اسنادہ مبہم لم یسم ولو کان صحیحا لعارضہ حدیث الباب لانہ اصح منہ فضلا عن انہ لم یصح اھ اور نیز صفحہ محولہ بالا مین لکھتے ہین وہذا کلہ ظاہر انہ مات علی غیر الاسلام فان قلت ذکر السہیلی انہ رای فی بعض کتب المسعودی انہ اسلم قلت مثل ہذا لا یعارض ما فی الصحیح اھ

اسکے بعد مولف لکھتے ہین "ابن اسحاق کے سلسلہ روایت مین عباس بن عبداللہ بن معبد اور عبداللہ بن عباس ہین یہ دونون ثقہ ہین لیکن بیچ کا ایک راوی یہان بھی رہ گیا ہے اس بنا پر دونون روایتون کے درجہ استناد مین چندان فرق نہین"

اولاً جب ابن اسحاق کی روایت مین بیچ کا راوی چھوٹ گیا ہے تو یہ روایت منقطع ٹھہری اور ظاہر ہے کہ منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے اور مرسل صحابی منقطع نہین کہی جاتی ہے بلکہ وہ موصول اور مسند کہی جاتی ہے لہذا مؤلف کا یہ کہنا کہ "دونون روایتون کے درجہ استناد مین چندان فرق نہین" ہرگز صحیح نہین ہو سکتا ہے کیونکہ مرسل صحابی اور منقطع روایت مین بڑا فرق ہے اور دونون کا حکم ایک ہرگز نہین۔

ثانیاً ابن اسحاق کی روایت مین اگر انقطاع بھی نہ ہوتا تو بھی ابن اسحاق کی روایت بخاری کی روایت کے ساتھ لگا نہین کھا سکتی ہے جیسا کہ علامہ عینی کے قول مذکور سے واضح ہے اور خود مولف صـ؟ مین لکھتے ہین کہ سیرت کی روایتین باعتبار پایہ صحت احادیث کی روایتون سے فروتر ہین اسلیے بصورت اختلاف احادیث کی روایات کو ہمیشہ ترجیح دی جائیگی اور نیز مؤلف صـ۲۰۷ مین لکھتے ہین کہ صحیح بخاری کی روایت کے مقابلہ مین کسی روایت کو ترجیح نہین دی جا سکتی ہے بہرکیف مؤلف کا یہ قول کہ دونون روایتون کے درجہ استناد مین چندان فرق نہین خود مولف کے قول سے غلط ہو گیا۔

ثالثاً ابن عباس رضؓ کی روایت مین حضرت عباس رضؓ کا بیان حالت کفر مین ہے اور حضرت عباس رضؓ کا وہ بیان جو بخاری مین ہے [ح]الت اسلام مین ہے اور ظاہر ہے کہ اُنکا بیان وہی راجح ہوگا جسکو اُنھون نے حالت اسلام مین بیان کیا ہے لہذا بخاری اور ابن اسحاق کی روایت ایک درجہ کی کیونکر ٹھہر سکتی ہے۔

اسکے بعد مولف صـ۲۰۷ مین لکھتے ہین "صحاح ستہ کی بعض کتابون مین ہے کہ اذان کی تجویز عبداللہ بن ز[ید] نے پیش کی تھی جو اُنھون نے خواب مین دیکھی تھی ایک اور روایت مین ہے کہ حضرت عمر رضؓ کو بھی خواب [م]ین تو[ارد] ہوا

ایمان اذان

لیکن صحیح بخاری کی روایت کے مقابلہ مین کسی روایت کو ترجیح نہین دیجاسکتی بخاری مین صاف تصریح ہی کہ آنحضرت کے سامنے بوق اور ناقوس کی تجویزین پیش کی گیئین لیکن حضرت عمر رضؓ نے اذان کی تجویز پیش کی اور آپنے اس کے موافق حضرت بلال رضؓ کو بلاکر اذان کا حکم دیا خواب کا ذکر نہین "

مؤلف نے یہان اذان سے اذان متعارف مراد لی ہی یا غیر متعارف اگر اذان متعارف مراد لی ہی تو بدون ضم روایت عبد اللہ بن زید اذان متعارف ہرگز نہین ٹھہر سکتی اسواسطے کہ روایت بخاری مین نہ اذان کے کلمات مذکور ہین اور نہ اسکی کیفیت لہذا عبد اللہ بن زید کی روایت پر صحیح بخاری کی روایت کو ترجیح دینے کی ضرورت نہین اسواسطے کہ ترجیح دینے کی ضرورت اسوقت ہوتی جبکہ ان روایتون مین منافات ہوتا اور ظاہر ہی کہ یہان دونون روایتون مین کوئی منافات نہین یہان الفاظ الحدیث تفسیر بعضہا بعضا کی صورت ہی اور اگر مولف نے یہان اذان سے اذان غیر متعارف مراد لی ہی یعنی مجرد اعلام جیسا کہ شارحین بخاری لکھتے ہین تو اس صورت مین دونون روایتون کا واقعہ الگ الگ ہوگا یعنے اذان کے متعلق پہلے یہ صادر ہوا کہ وقت پر الصلوۃ جامعۃ پکار دیا جاوے اسکے بعد جب عبد اللہ بن زید نے خواب مین اذان کے طریقہ کو دیکھا تو آنحضرت کے پاس پیش کیا آپنے اس خواب کی نسبت فرمایا انہا رویا حق انشاء اللہ اسکے بعد آپنے اذان متعارف کا حکم صادر فرمایا اور اس پہلی اذان کو آپنے موقوف فرمادیا اور جب ان دونون روایتون کا واقعہ الگ الگ ہوگا تو یہان بھی عبد اللہ بن زید کی روایت پر صحیح بخاری کی روایت کو ترجیح دینے کی ضرورت نہین اسواسطے کہ ترجیح کی ضرورت اسوقت ہوتی جبکہ یہ دونون روایتین ایک ہوتین یعنے ایک واقعہ کی ہوتین اور نیز ان دونون روایتومین منافات ہوتا اور جب ان دونون روایتون کا واقعہ الگ الگ ہی تو صحیح بخاری کی روایت مین خواب کا ذکر کیونکر آسکتا ہی۔

اسکے بعد مؤلف صہ ۳۰۴ مین غزوہ بنی المصطلق کے واقعہ مین بعد نقل روایت ابن سعد و صحیحین یہ لکھتے ہین۔ "لیکن واقعہ یہ ہی کہ صحیحین کی یہ روایت بھی اصول حدیث کی رو سے قابل حجت نہین کہ اس روایت کا سلسلہ نافع تک ختم ہوجاتا ہے اور جنگ مین شریک ہونا تو ایک طرف نافع نے آنحضرت کو دیکھا بھی نہ تھا اس لیئے یہ روایت اصطلاح محدثین مین منقطع ہے"

(غزوہ بنی المصطلق)

افسوس مؤلف نے پوری روایت کو [illegible] انہین اخیر روایت مین نافع کا یہ قول ہے وحدثنی بہ عبد اللہ بن عمر وکان فی ذلک الجیش لہذا یہ روایت منقطع نہین ٹھہر سکتی ہی صحیحین کو ناظرین مطالعہ فرمالین۔ والسلام

الراقم

محمد علی ابو المکارم

ازمئو ناتھ بھنجن۔ اعظم گڈھ